۶۷واں باب

بنوہاشم کا معاشی اور سماجی مقاطعہ

گزشتہ چھ برسوں میں انجام پاجانے والا کام	۲۷۸
قریش نے نبی ﷺ کی تحریک کو روزِ اوّل ہی کیوں نہ ختم کیا؟	۲۷۸
برسرِ پیکار حق و باطل کہاں کہاں کھڑے ہیں؟	۲۷۹
بنوہاشم پر نبی ﷺ کی حمایت کے جرم میں سماجی و معاشی پابندیاں	۲۸۰
قریش کی جانب سے بنومطّلب پر مقاطعہ کے اثرات	۲۸۰
مقاطعہ کے تین برسوں میں نبی ﷺ کے معمولات	۲۸۱
بنوہاشم اور حلیف قبائل کا مقاطعہ کا دلیرانہ مقابلہ	۲۸۱
مقاطعہ کے واقعے پر مؤرخین کی مبالغہ آمیزیاں	۲۸۲
قریش کی ناکہ بندی کو ناکام بنانے والے عوامل	۲۸۳
مقاطعہ کے خلاف خود قریش میں ردِّ عمل	۲۸۶
حقائق کے خلاف تاریخ میں واقعات	۲۸۶
بنومطّلب کے مقاطعہ کے دوران کیا نبی ﷺ کی تحریک جمود کا شکار ہوگئی تھی؟	۲۸۷
مقاطعہ سے محفوظ دیگر تمام قبائل کے مسلمانوں کا کردار	۲۸۷
مقاطعہ کے دوران اصل پریشانی کیا تھی؟	۲۷۹
شِعب ہاشم [المعروف بہ شِعبِ ابی طالب] کا محلِ وقوع	۲۷۹
شِعب ابی طالب اور مولد النّبی ﷺ	۲۹۰
مولد النبی ﷺ کی مختصر تاریخ	۲۹۱

۶۷واں باب

بنو ہاشم کا معاشی اور سماجی مقاطعہ

گزشتہ چھ برسوں میں انجام پاجانے والا کام

پچھلے باب کی گفتگو سے یہ بات متعین ہو چکی ہے کہ دعوت کے کام کا بڑا حصہ انجام پذیر ہو چکا ہے اب اتمام حجت کا مرحلہ ہے اور ساتھ ہی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اب باطل سے کس میدان میں اور کس انداز سے محاذ آرائی ہو کہ اللہ کا دین مکہ میں غالب آجائے۔

تاریخ کے طالبِ علم کے لیے یہ بات بڑی عجیب ہے کہ آپ ﷺ نے اتنی بڑی کام یابی صرف چھ برسوں میں کس طرح حاصل کرلی کہ اب باطل چیں بہ جبیں ہے، اُس کے لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ آپؐ اور آپؐ کی دعوت کو اُس کے حال پر چھوڑ دے اور اپنی عظیم عددی اور مالی و معاشی برتری کی بنیاد پر وہ آپؐ کو خاطر میں نہ لائے۔ وضاحت کے ساتھ اُس دور میں حجاز اور اُس کے گرد و نواح میں بسنے والے انسانوں کے سامنے دو سوالات ضرور رہے ہوں گے :

- اوّل یہ کہ مقابل قوت جو ہر طرح سے عددی، مالی، عسکری طور پر برتر ہے اب کیا چال چلے گی۔
- دوم یہ کہ نبی ﷺ نے آخر وہ کیا کام کیا کہ چھ سال میں مقابل نظام نے بے بسی کا اظہار کر دیا۔

اِن دو سوالوں کے جواب سے قبل ایک مزید سوال جس کی اُس وقت [دورِ نبوت میں] تو زیادہ اہمیت محسوس نہ کی گئی ہو گی کہ ہر چیز اُن کے سامنے تھی، مگر آج تاریخ کے طالبِ علم کے لیے بہت زیادہ اہم ہے وہ یہ کہ اہلِ مکہ کی آنکھوں پر کیا پردہ پڑا تھا کہ اُس تحریک کو آخر بالکل ابتدا ہی میں کیوں نہ کچل اور مسل دیا جسے وہ آج [چھ سال گزرنے پر جب وہ تناور ہو چکی ہے] بڑا فتنہ قرار دے رہے ہیں۔

قریش نے نبی ﷺ کی تحریک کو روزِ اوّل ہی کیوں نہ ختم کیا؟

یہ ایک انتہائی اہم سوال ہے، اُن لوگوں کے لیے بھی جو تاریخ میں وقوع پذیر واقعات کی توجیہ سے دل چسپی رکھتے ہیں یا اِن توجیہات پر لب کشائی اور خامہ فرسائی اُن کی ڈگریوں کا، تحقیقی مقالات کا، شہرتِ علم کا

اور معاش کا ذریعہ ہے اور یہ سوال اُن لوگوں کے لیے بھی متذکرہ لوگوں سے زیادہ اہم ہے جو اس انقلاب کو دوبارہ برپا کر کے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ چاہتے ہیں۔اس سوال کے جواب میں ایک نظریہ یہ سامنے آتا ہے کہ یہ ابتدائی سارا کام چوری چھپے کیا گیا اور لوگوں کو اس کی ہوا تک نہ لگی یہاں تک کہ وہ اتنا تناور ہو گیا کہ مخالفین کے لیے اس کو ضائع کرنا ممکن نہ رہا۔ ہم اس نظریے پر حقیقی واقعات کے تناظر میں کچھ گفتگو جلد اوّل میں کر چکے ہیں تاہم احیائے دین کے تمام علَم برداروں کو سنّتِ نبوی سے ایک نقشہ کار (road map) درکار ہے جو اس دور کی حکمتِ عملی (stratigies) اور طریقِ کار کو واضح کرے،اس تفصیل طلب موضوع کو، مربوط اور اپنے طور پر حتمی انداز میں طے کرنے کے لیے ہم مکی زندگی کے اختتام تک کے لیے ملتوی کرتے ہیں جب مکہ میں انجام دیے گئے سارے کام پر ایک مکمل تجزیہ سامنے لانے کا مناسب موقع ہو گا تاہم اوپر اُٹھائے گئے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی مقابل قوت نے عقل و خرد سے ہاتھ دھو کر اہلِ ایمان کے بجائے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب کے مقاطعہ کا فیصلہ کر لیا۔اس مقاطعہ پر ہم اللہ کی توفیق سے اسی باب میں گفتگو کر رہے ہیں اور دوسرے سوال پر اگلے باب میں، انشااللہ العزیز

برسرِپیکار حق و باطل کہاں کہاں کھڑے ہیں؟

نبی ﷺ کی بعثت کے بعد ہر گزرتے دن کے ساتھ دینِ اسلام کے مقابلے میں جاہلیت کی پوزیشن کم زور ہوتی چلی گئی۔ابتداً آپ ﷺ کی دعوت بتوں کی تنکیر اور آخرت و توحید کی تعلیم و تلقین کے ساتھ سامنے آئی مگر پچھلے سال [سن ۵ نبوی] اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ، سورۃ حٰم السجدہ اور سورۃ الکافرون کے ذریعے جاہلیت کے مقابلے میں اسلام کو اپنے غلبے کا مطالبہ کرنے والے بالکل ایک متوازی دین کے طور پر پیش کر دیا۔ہر گزرتے دن کے ساتھ سردارانِ قریش کا یہ خدشہ اور احساس قوی تر ہوتا چلا گیا کہ نیا دین نہ صرف اِن کے دین کو مٹا دے گا بلکہ معاشرے میں اِن سے اقتدار چھین کر اُن لوگوں کے حوالے کر دے گا جو محمد ﷺ پر ایمان لانے میں سبقت لے گئے ہیں، یہ خیال و تصور بھی اِن کے لیے سوہانِ روح تھا۔اس نئے دین کو ختم کرنے یا اس کی پیش قدمیوں کو روکنے کی مہم کامیاب تو کجا ان کی گرفت تک میں نہیں آ رہی ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے رفقائے کار کے خلاف ایک کے بعد دوسرا سخت سے سخت تر اقدام تجویز کرتے تاکہ اہلِ ایمان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکیں مگر ابتدائی تین برسوں میں قریش کے تمام قبائل سے نوجوانوں کی ایک معتدبہ تعداد [۲۰۰ سے بہر طور زائد] کے محمد ﷺ کے ہمنوا ہو جانے، ظلم و تشدد کے

حربے کے ناکام ہو جانے اور پھر حبشہ میں قریش کی سفارت کے ناکام ہو جانے کے بعد حمزہ و عمر رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام نے منکرین سے اہلِ ایمان پر جسمانی تشدد کا زور بھی چھین لیا تھا، وہ جانتے تھے کہ ایک آدھ بار جب اُنھوں نے ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی تو اُنھیں بھی برابر کی چوٹ کا سامنا کرنا پڑا۔

بنو ہاشم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے جرم میں سماجی و معاشی پابندیاں

بنو مطّلب نے چوں کہ اس نئے دین کے علم بردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رائج قبائلی نظام کے مطابق تحفظ فراہم کرر کھا تھا اور قریش متعدد کوششیں کرنے کے باوجود ابو طالب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت سے دست بردار کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس لیے قدرتی طور پر بعض قریشی اور کچھ غیر قریشی لوگوں نے بنی ہاشم ہی کو اس حمایت کی سزا دینے کا فیصلہ کیا۔اس کی شکل ان کو سماجی اور معاشی تعلقات قطع کرنے میں نظر آئی۔ چناں چہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتویں سال محرم کی چاند رات وادیٔ مُحصَّب میں خیف بنی کنانہ کے اندر کچھ سر برآوردہ لوگوں نے جمع ہو کر آپس میں بنی ہاشم اور بنی مطّلب کے خلاف یہ عہد و پیمان کیا کہ نہ ان سے شادی بیاہ کریں گے ، نہ خرید و فروخت کریں گے ، نہ ان کے ساتھ اُٹھیں بیٹھیں گے ، نہ ان سے میل جول رکھیں گے ، نہ ان کے گھروں میں جائیں گے ، نہ ان سے بات چیت کریں گے اور اس معاملے میں کسی [ممکنہ انسانی فطرت میں ودیعت] نرمی اور رحم دلی [اور انصاف] سے کام نہ لیں گے اور نہ ہی صلح کی کوئی بھی پیش کش قبول کریں گے ، جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ مشرکین نے قطع تعلق کی اس دستاویز کو صحیفے کا نام دیا، اسے لکھوا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔

قریش کی جانب سے بنو مطّلب پر مقاطعہ کے اثرات

اس سماجی اور معاشی قطع تعلق کے نتیجے میں بنو ہاشم کے لیے[191] حالات، خاص طور پر معاشی معاملات سنگین ہو گئے۔ غلّے اور سامان خورد و نوش کی آزادانہ بلا روک ٹوک آمد بند ہو گئی۔ کیوں کہ مکہ میں جو غلہ یا فروختنی سامان آتا تھا اسے بنو ہاشم سے عداوت رکھنے والے مشرکین آگے بڑھ کر خرید لیتے تھے۔ اس لیے بنو ہاشم کی حالت نہایت پتلی ہو گئی، ان کے پاس مشکل سے رازداری کے ساتھ چیزیں پہنچ پاتی تھیں۔ اِن دنوں

191 نہ کہ تمام مسلمانوں کے لیے، بنو ہاشم کے مسلمانوں میں صرف حمزہؓ کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان شامل تھا؛ بشمول علیؓ، امِ ایمن اور علیؓ بن ابی طالب، اُس وقت تک عباسؓ نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

خود تمام اہلِ مکہ کی غذائی حالت بڑی پتلی تھی وہ نبی ﷺ کی بد دعا کے نتیجے میں واقع ہونے والے ایک قحط سے گزر رہے تھے۔ اِن حالات میں بنو ہاشم کس طرح وافر غذائی اجناس پا سکتے تھے جب کہ وہ لوگ صرف اُنھی قافلوں کا سامان خرید سکتے تھے جو باہر سے مکہ میں آئے ہوئے ہوں۔ لیکن مخالفین معاندین اُن کے دام بھی اس قدر بڑھا کر لگا دیتے کہ بنو ہاشم کے لیے کچھ خریدنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ایسے حالات میں جب لوگوں میں عصبیت پھیل جائے اور ایک خاص قبیلے کو نسلی بنیادوں پر دوسرے قبیلے والے نیچا دکھانے پر تل جائیں، اُن سے شادی بیاہ تو دور کی بات ہے، جب لوگ اِن کی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہ رہیں، تو کون ایسے لوگوں سے ملنے اپنے گوشہ عافیت والے محلے [شِعب ابی طالب] کو چھوڑ کر حرم میں یا مکہ کے محلوں اور بازاروں میں جاتا جہاں اُن کو دیکھتے ہی لوگ منہ پھیر لیں اور اُن کی طرف اپنی پیٹھ کر لیں۔

مقاطعہ کے تین برسوں میں نبی ﷺ کے معمولات

نبی ﷺ چوں کہ اللہ تعالیٰ کے نمایندے اور رسول تھے اور اللہ ہی کی حفاظت میں تھے اور تلاوت قرآن اور تعلیم قرآن پر مامور تھے، لہٰذا آپؐ بے خوفی سے حرم کے اندر اور باہر اپنے فرائضِ منصبی انجام دیتے رہے۔ آپؐ کے جاں نثاروں کی تمام قبائل میں بھی ایک تعداد موجود تھی، اس کے علاوہ ایک بڑا طبقہ تھا جو آپؐ کی حقّانیت کا قائل ہو چکا تھا مگر سرداروں کے خوف اور مفادات کے ضائع ہو جانے کے اندیشوں سے اپنے کفر میں ایک نوع کی منافقت اور قبولیت ایمان کے لیے کم ہمتی کا شکار تھا، اِن لوگوں کی طرف سے کسی بھی قسم کی زیادتی کا اندیشہ نہیں تھا۔

بنو ہاشم اور حلیف قبائل کا مقاطعہ کا دلیرانہ مقابلہ

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب کے خاندانوں نے مقاطعہ کے اس ظالمانہ فیصلے پر غیرت و خودداری کے منافی کوئی احتجاج بھی نہیں کیا جس سے کہ اُن کی کم زوری ظاہر ہوتی۔ انھوں نے رائج تہذیب کے مطابق قدیم قبائلی عصبیت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ابو طالب کے بھتیجے کے دفاع کے لیے عرب روایات کا پاس کیا اور مقاطعہ کی تمام تر سختیوں کو مسلسل تین سال تک ہنسی خوشی برداشت کیا۔ عربوں نے دیکھ لیا کہ جناب ابو طالب نے آبائی دین کے معیار پر بھی کمالِ شجاعت سے اپنے بھتیجے کی حفاظت کا فریضہ بہ تمام و کمال ادا کیا۔ چاہے قریش کے سرداروں نے ابو طالب کی اس اخلاقی برتری کا برملا اعتراف نہ کیا ہو مگر

اپنی روایات کے اعتبار سے یقیناً اُن کے دل ابو طالب کی عظمت کے قائل اور اپنے ظالمانہ رویّے پر نادم ہوئے ہوں گے اور یوں کفارِ قریش کی ساری لیاقت اور قوت دھری کی دھری رہ گئی۔ انھوں نے یہ جان لیا کہ جب تک جناب ابو طالب زندہ ہیں وہ ان کے بھتیجے کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ حبشہ میں عمرو بن العاص جیسے ذکی اور فہیم کی سفارت کی ناکامی کے بعد یہ قریش کے لیے ناکامی کا ایک بڑا تازیانہ تھا۔ قریش کا سویا ہوا ضمیر جاگ اُٹھا، اُسی کے سپوتوں نے اُٹھ کر اس سماجی و معاشی مقاطعہ کو چاک کر دیا اور ابو جہل کے علاوہ کوئی دوسرا اس پر احتجاج کرنے والا نہ تھا۔

مقاطعہ کے واقعے پر مؤرخین کی مبالغہ آمیزیاں

سیرت کی کتابوں میں شِعب ابی طالب میں قیام کی روداد مبالغے سے پیش کی جاتی ہے۔ جو روایتیں ہم تک پہنچی ہیں اُن پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محاصرہ تو سرے سے تھا ہی نہیں [192]، ہاں سماجی و معاشی قطع تعلق کی ایک جزوی کام یاب [جزوی ناکام] کوشش کی گئی جو کم و بیش تین سال جاری رہی، مگر آخر کار بے اثر ہونے کے سبب ترک کرنی پڑی یا قریش کے با اثر لوگوں کے دباؤ میں ترک کر دی گئی۔ اس میں بھی کلام نہیں کہ اقتصادی اور سماجی مقاطعہ سے بنو ہاشم کے لوگوں کو خاصی تکلیف اُٹھانا پڑی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اس واقعے کو بہت زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ایسا کہنے سے یہ مدعا ہر گز نہیں کہ بنو ہاشم نے جو تکالیف برداشت کی ہیں، اُنھیں معمولی سمجھ لیا جائے۔ اس سارے معاملے کا حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو کوئی بھی یہ ماننے پر تیار نہیں ہو گا کہ لوگوں کی حالت اتنی پتلی ہو گئی تھی کہ جیسا کہ عام طور پر لکھا گیا ہے۔ کہ انھیں مجبوراً درختوں کی چھال اور ابلا ہوا چمڑا کھا کر پیٹ بھرنا پڑا۔ طلحہ اور کیکر کے پتوں کو ابال کر کھاتے جس سے اُن کے جسم ہڈیوں کا پنجر بن گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ تین

---

۱۹۲ "......اِن حقائق کی روشنی میں ہم بڑے اطمینان سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ شِعب ابی طالب میں حضورؐ اور دیگر خاندانِ بنو ہاشم کی محصوری و نظر بندی کا واقعہ محض ظنی اور قیاسی ہے۔ اصل نوعیت یہ ہے کہ یہ معاشی اور معاشرتی اعتبار سے ایک خاندانی مقاطعہ تھا، اس سے زیادہ نہیں۔ صورت اس مقاطعہ کی رو سے نہ تو محصوری لازم آتی ہے نہ نظر بندی اور نہ یہ بات کہ محصورین شِعب سے باہر نہیں نکل سکتے تھے، جیسا کہ مؤرخین کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔" [ڈاکٹر نثار احمد، نقوش، رسول نمبر جلد نہم، صفحہ ۲۶۶، ۱۹۸۴ء]

سال پورے ہونے پر صحیفے کے دیمک کے کھا جانے کی اطلاع دینے جب ابو طالب قریش کے سامنے آئے تو شان دار کپڑوں میں شان سے آئے، اس تناظر میں یہ شِعب کے باسیوں کے لیے ہڈیوں کے پنجر بن جانے والی اطلاع صحیح نہیں لگتی ہے\

قریش اس پر تو قادر تھے کہ جس سے چاہیں بات نہ کریں اور جس سے چاہیں اپنے بیٹے بیٹیوں کا رشتہ نہ کریں اور جس سے چاہیں خرید و فروخت نہ کریں لیکن قبائلی نظام میں کسی بھی قبیلے کو یا سب کو مل کر کسی دوسرے قبیلے کے کسی ایک فرد تک کو قید کرنے کی آزادی نہ تھی چہ جائے کہ پورے قبیلے کو، وہ بھی ہاشم اور عبد المطّلب کی اولاد کو جو قریش کے غیر متنازعہ لیڈر تھے۔اور بنو ہاشم ایسے گئے گزرے بھی نہ تھے کہ اُن کے قید کیے، قید ہو جاتے۔ابو طالب نے پہلے ہی اپنے اشعار سے قصیدہ لامیہ میں دھمکی دی تھی کہ اگر تم حد سے نکلے تو ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کی پروا کیے بغیر تمھیں مزہ چکھانے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ مزید برآں یہ کہ معاہدہ میں بنو ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ اور معاشرتی تعلقات اور کاروبار کی ممانعت تو ہے لیکن ان کو محاصرہ میں لینے یا قید کرنے کی سرے سے کوئی روایت ہی موجود نہیں۔

قریش کی ناکہ بندی کو ناکام بنانے والے عوامل

ناکہ بندی کے ممکنہ اثرات کا جائزہ لیتے وقت ہمیں ذیل میں دی گئی کچھ حقیقتوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے،اِن حقیقتوں پر غور کرنے سے اس مقاطعہ کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اُس کی حقیقت کا معروضی تجزیہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

اوّلاً یہ کہ بنو ہاشم میں عبّاس بن عبد المطّلب بھی تھے جو بہت مال دار اور یقیناً بڑے وسائل کے مالک تھے، شہر مکہ کے معاملات اور بالخصوص کعبے سے متعلق امور میں عمل دخل رکھتے تھے۔اور بنو ہاشم ہی کے جناب حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطّلب جیسے جری و بے باک، نڈر شخص بھی شِعب میں موجود تھے۔

ثانیاً یہ کہ ناکہ بند علاقے (المعروف بہ شِعب ابی طالب) کے باہر کم و بیش ایک سو کے قریب مسلمان بھی آباد تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جان اور اپنے ماں باپ سے زیادہ محبت کرتے تھے، اُن میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا عالی مرتبت، عالی ظرف و حوصلہ مند اور رقیق القلب ذی جاہ و حشم اور مال دار شخص بھی تھا جو آج تک مسلمان غلام اور لونڈیوں کو آزاد کرانے کے لیے اپنی دولت بے دریغ استعمال کر رہا تھا، جس کی اس

خوبی پر قرآنِ مجید نے سورۃ اللیل میں گواہی دی تھی۔ اِن لوگوں میں سیّدنا عمرؓ بن الخطاب جیسا مردِ آہن اور ایسے بااثر اشخاص بھی شامل تھے جو اپنے اپنے خاندانوں اور قبیلوں میں خاصا بلند مقام رکھتے تھے۔

قریب کی سرزمین حبشہ میں ایک سو سے زائد مسلمان بڑی خوش حال زندگی بسر کر رہے اور اپنے کاروبار چلا رہے تھے۔ سن ۵ نبوی میں سورہ نجم کی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبانِ مبارک سے تلاوت سن کر تمام مشرکین کے سجدے میں گر جانے کی خبر مہینے بھر میں حبشہ پہنچ گئی اور وہاں اس خبر کا فوری ردِّ عمل دیکھنے میں آیا۔ اگر فی الواقع کوئی پیہم فاقہ کشی تھی تو کم از کم جعفرؓ بن ابی طالب کی طرف سے تو کوئی مالی اور غذائی امداد آنی چاہیے تھی جس طرح آج مڈل ایسٹ، یورپ اور امریکہ سے تارکین وطن پاکستان روانہ کرتے ہیں۔

روایات کی رُو سے اس تین سالہ ابتلا کی جو تصویر بنتی ہے اُس کے مطابق اس عرصے میں بنی ہاشم محصور رہے اور وہ بھی مکہ سے کہیں بہت دور پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں۔ حقیقت یہ ہے کہ حرم سے قریب ہی ایک بڑا علاقہ بنو ہاشم کی ملکیت میں تھا جسے مؤرخین نے شعب ابی طالب کا نام دیا ہے، یہاں قبیلے کے تمام افراد مقاطعہ کے مقابلے اور ایک دوسرے کی دل جوئی کے لیے مجتمع ہو گئے تھے۔ معاہدہ کی رو سے صرف قریش پر بنو ہاشم سے تجارت ممنوع تھی۔ غیر قریشی تاجروں پر کوئی پابندی نہ تھی۔ اس صورت میں بنو ہاشم کے لیے کوئی مشکل نہ تھی کہ وہ ضرورت کی اشیا دوسرے تاجروں سے حاصل کریں اور اپنے بچوں کو بھوک سے نہ رونے دیں۔ اس صورتِ حال میں کہا جاتا ہے کہ قریش کے لوگ زیادہ داموں تاجروں سے چیزیں خرید لیتے اور اِن کو نہ لینے دیتے لیکن مکہ میں موجود مسلمانوں اور دیگر غیر قریشی افراد کے توسط سے اور قریش میں موجود [حکیم بن حزام، مطعم بن عدی، زہیر، ابوالبختری وغیرہ جیسے] انصاف پسند لوگوں کے ذریعے یہ چیزیں حاصل کی جا سکتی تھیں۔

اس ناکہ بندی کے اختتام کے چند ہفتوں بعد جب ابی طالب نے اپنے آپ کو بسترِ مرگ پر پایا تو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم مدینے میں اپنے ننھیالی بنو نجار سے پناہ حاصل کرنا۔ آپ کی یہ وصیت سن کر معاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اگر کسی شدید مصیبت یا آزمائش میں تھے کہ بھوک اور فاقوں سے انسانی جانیں ہڈیوں کا پنجر بن رہی تھیں تو اُس وقت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ننھیالی بنو نجار کیوں نہ آئے؟ جب عبدالمطّلب کی زمین پر نوفل نے قبضہ کیا تھا تو ایک آواز پر عبدالمطّلب کے ماموں مدینے سے چلے آئے تھے۔ بنو نجار نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فراموش نہیں کیا تھا جب آپؐ ہجرت کر کے مدینے پہنچے ہیں تو بنو نجار کی بچیوں

نے اس تعلق کو اپنے گیتوں میں دہرایا تھا۔ غور و فکر سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ پریشانیوں میں چھپ چھپا کر بغیر تشہیر کے جو کچھ تعاون کیا گیا ہوگا [رفع فتنہ و شر کے لیے بھی اور پوشیدہ دینا دلانا اور احسان اعلانیہ کے مقابلے زیادہ باوقار ہوتا ہے] وہ لوگوں کے عِلم میں نہیں آسکا، !

بنو ہاشم میں خاصی تعداد میں دوسرے قبائل سے لڑکیاں بیاہ کر آئی تھیں مثلاً خود نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ خدیجہ بنو مخزوم سے تھیں۔ جن قبیلوں سے یہ خواتین بنو ہاشم میں آئی تھیں فطری طور پر اُن کے افراد اپنی بہنوں اور بیٹیوں اور بہنویوں اور دامادوں کو اس طرح بھوکا مرنے کے لیے طویل عرصے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اسی طرح بنو ہاشم کی جو خواتین دوسرے قبائل میں گئی ہوئی تھیں، اُن قبائل کے مرد اپنے ماموؤں اور ننھیال کو بھوکا مرنے کے لیے کیسے فراموش کر سکتے تھے۔ صورتِ حال کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے اُنھی دنوں کا ایک واقعہ[۱۹۳] ملاحظہ فرمائیے:

اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ بھی اپنی پھوپھی کے لیے چوری چھپے سامان بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز وہ اپنے غلام کے سر پر غلہ رکھ کر شِعب کی طرف جا رہے تھے کہ اونٹ پر سوار ابو جہل اُدھر آنکلا۔

"کیا تو یہ راشن بنو ہاشم کے لیے لے جا رہا ہے؟" وہ حکیم بن حزام سے جھگڑنے لگا۔ "اللہ کی قسم! تیرا یہ غلام اِن کے یہاں نہیں لے جا سکتا۔ میں تمھیں سارے مکہ میں رسوا کروں گا کہ تم نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔"

ابو جہل اِن سے جھگڑ رہا تھا کہ بنو اسد کا سردار ابوالبختری انھیں دیکھ کر رک گیا۔ "کیا بات ہے؟ اس سے کیوں جھگڑ رہے ہو؟" اُس نے ابو جہل سے پوچھا۔

"یہ بنو ہاشم کے یہاں غلّہ لیے جا رہا ہے۔" ابو جہل نے جواب دیا۔

"یہ اس کی پھوپھی کا غلّہ ہے، جو اس کے پاس رکھا تھا، اُس نے منگوایا ہے۔ تو اسے کیسے روک سکتا ہے؟" ابوالبختری نے کہا۔

---

۱۹۳ الامین، رفیق ڈوگر، جلد اوّل، صفحہ ۴۰۷-۴۰۸۔

"چھوڑ دو اسے جانے دو۔" نہیں، میں نہیں جانے دوں گا۔" ابو جہل اُس سے بھی اُلجھ پڑا۔ دونوں میں تلخ کلامی ہونے لگی۔

ابوالبختری نے ابو جہل کے اونٹ کی گردن پکڑ کر جھٹکا دیا تو اونٹ بیٹھ گیا، اُس نے ابو جہل کو گدی سے پکڑ کر اونٹ سے نیچے کھینچ لیا، لاتوں اور گھونسوں سے اُس کی مرمت کی۔ اور قریب پڑی ایک ہڈی اُٹھا کر ابو جہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ اُدھر سے گزر رہے تھے، وہ انھیں لڑتا دیکھنے کے لیے رک گئے۔ ابوالبختری اور ابو جہل فوراً ایک دوسرے سے جھوٹی انا کی حفاظت کے لیے الگ ہو گئے۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ قریش میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔

مقاطعہ کے خلاف خود قریش میں ردِّ عمل

اس واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقاطعہ پورے قریش کی طرف سے نہ ہی متفقہ تھا اور نہ ہی لوگ اس پر دل سے آمادہ تھے اور یہ کہ قریش میں موجود لوگ اپنے رشتے ناطوں اور دوستیوں کی بنا پر بنو ہاشم کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہتے تھے کہ سارے ہی لوگ ابو جہل نہیں تھے۔ آنے والے دنوں میں ہم دیکھیں گے کہ اسی ابو جہل نے قریش کو بدر کے میدان میں لا کر مروا دیا، جب کہ لوگ مشورہ دے رہے تھے کہ جنگ مناسب نہیں ہے۔ اس واقعے سے یہ بھی **اظهر من الشمس** ہے کہ مکہ میں کوئی مرکزی قوت نافذہ ایسی نہ تھی جو اس مقاطعہ پر ہر قریشی کو پابند کر سکتی ہو اور پابندی نہ کرنے والے کو کوئی سزا دے سکتی ہو۔ اس صورتِ حال میں ہم یقین کر سکتے ہیں کہ قریش کے لوگ، بنو ہاشم کے درمیان اپنے ماموؤں اور اُن کے گھروں میں بیاہی اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی اِن جہلا کے مقابلے میں بڑے پیمانے پر حتی الامکان چھپ چھپ کر مدد کر رہے ہوں گے۔ چھپ چھپ کر اس لیے کہ شرکیہ جہالت کی ناک اونچی رہے جیسا کہ اس واقعے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ابوالبختری اور ابو جہل فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ یاد رہے کہ ابو جہل اس سے قبل پچھلے سال حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنا سر پھٹوا چکا تھا اور اس کے قبیلے کے لوگ اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے، اس مرتبہ کوئی اس کی مدد کو نہ آیا، جاہل کی جہالت پر کون سر پھٹول کرے!

حقائق کے خلاف تاریخ میں واقعات

ایک روایت کے مطابق سعدؓ بن ابی وقاص کو چمڑے کا ایک ٹکڑا ملا جس کو انھوں نے کسی طور پکایا اور چند

روز اُس پر گزارہ کیا۔ سعدؓ بن ابی وقاص تو بنوزہرہ سے تعلق رکھتے تھے، وہ شِعب ابی طالب کہاں پہنچ گئے؟ سوال یہ ہے کہ کیا محصورین میں دوسرے قبائل کے مسلمان بھی شامل کیے گئے تھے؟ ہر گز نہیں، اگر ان کو زبردستی وہاں گھسیٹ لیا گیا تھا تو بنوزہرہ ان کی مدد کو کیوں نہ آئے؟ اُس وقت کے حالات کا معروضی تجزیہ یہ بات بالکل صاف کر دیتا ہے کہ قریش کے عاقبت نااندیش لوگوں کی جلد بازی میں اِس مقاطعہ کے اقدام نے خود قریش کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے علاوہ کچھ نہیں دیا، بنوہاشم حفاظت کے لیے پہلے سے زیادہ پُر اعتماد بن گئے۔

بنومطّلب کے مقاطعہ کے دوران کیا نبی ﷺ کی تحریک جمود کا شکار ہو گئی تھی؟

ایک بڑا اہم سوال ہے جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں تشنہ جواب رہ جاتا ہے، وہ یہ کہ ان تین برسوں میں کیا نبی ﷺ کی تحریک جمود کا شکار ہو گئی، اُس کی پیش قدمی رک گئی؟ اگر نہیں تو اِس نے کیا ترقی کی؟ اس عرصے میں خود رسولِ اکرم ﷺ کی تبلیغی سرگرمیاں کیا رہیں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ سمیت باقی تمام مسلمان اِن تین برسوں میں کیوں کر اسلام کے کاز کو آگے بڑھاتے رہے؟ ہمارے ذخیرہ حدیث وتاریخ نے اس موضوع پر کم معلومات فراہم کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عظیم تحریک کسی تعطل کا شکار تو نہیں ہوئی تھی۔ نبی ﷺ باقاعدگی سے حرم تشریف لے جاتے تھے، نئی نازل ہونے والی آیات مسلمانوں کو اور دیگر انسانوں تک پہنچاتے۔ حج کے زمانے میں زیادہ سرگرمی کے ساتھ بیرونی قبائل تک اسلام کی دعوت پہنچائی جاتی۔ مشہور مصری مؤرخ حسین ہیکل نے اپنی کتاب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے:

مقاطعہ سے محفوظ دیگر تمام قبائل کے مسلمانوں کا کردار

ابو بکرؓ کی زندگی پر گہری نظر رکھنے والے لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اس دوران میں وہ خاموش نہ بیٹھے بلکہ انھوں نے حسب معمول حضرت حمزہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جیسے سربرآوردہ مسلمانوں سے مل کر کم زور مسلمانوں کو قریش کے مظالم سے محفوظ رکھا۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنے وسیع اثر ورسوخ کے ذریعے سے کفار میں ایسے اشخاص سے بھی تعلق قائم کیا جو بتوں کو پوجنے اور اسلام کی مخالفت کرنے کے باوجود قریش کی ان ایذا رسانیوں کو جو وہ غریب و بے کس مسلمانوں پر روا رکھتے تھے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اُنھوں نے اِنھیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے بھائی بندوں کی ان انسانیت سوز حرکات پر برملا

نفرت کا اظہار کریں اور انھیں ایسا کرنے سے روکیں۔ چناں چہ کتب سیرت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ میں سے بعض ایسے منصف مزاج آدمی اٹھ کھڑے ہوئے تھے جو اپنے ہم مذہب لوگوں کو مسلمانوں پر مظالم کرنے سے روکتے تھے۔ اس کی واضح مثال اس وقت نظر آتی ہے جب قریش نے معاہدہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانان مکہ کا مکمل بائیکاٹ کر دیا تھا اور آپ شِعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور ہوئے تھے۔ بائیکاٹ کا یہ سلسلہ لگاتار تین برس تک جاری رہا اور مسلمانوں پر معاش کے تمام دروازے بند کر دیے گئے۔.......... آخر قریش ہی میں سے بعض لوگ اس ظالمانہ معاہدے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو مکمل بائیکاٹ اور محاصرے[۱۹۴] سے رہائی ملی۔ ہمیں یقین ہے کہ ابو بکرؓ ہی نے ان نیک لوگوں سے مل کر انھیں معاہدے کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے تیار کیا گیا ہو گا۔ [محمد حسین ہیکل، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ]

حیاتِ رسول اُمّی کے مصنف جناب خالد مسعودؒ اپنی کتاب کے ۱۷ویں باب [صفحہ ۱۹۵ تا ۲۰۴] میں بنو ہاشم کے مقاطعہ پر فکر انگیز گفتگو کی ہے جو لائق مطالعہ ہے وہ اِس واقعے سے متعلق روایات میں اختلافات، اضطرابات اور خلاف واقعہ باتوں کی طرف توجہ دلانے کے بعد خود سارے واقعے کی ایک ممکنہ تصویر مرتب کرتے ہیں، جس کے مطابق یہ معاہدہ تحریری نہیں، بلکہ ایک زبانی حلف تھا۔ ہم اُن کی تحریر سے کشید کر کے اُن کے تجزیے کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

یہ سرے سے قریش کا کوئی اجتماعی اور تحریری معاہدہ ہی نہیں تھا اور نہ ہی مکہ کے دار الندوہ میں طے ہوا تھا۔ بلکہ منیٰ میں بنو کنانہ اور قریش کے کچھ لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطّلب سے نہ نکاح کا رشتہ جوڑیں گے اور نہ ہی تجارت کا کوئی معاملہ کریں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالہ نہیں کر دیتے۔ اس میں کوئی ایسی شق نہ تھی جس کے تحت بنو ہاشم کو خوراک پہنچانا منع کیا گیا ہو یا ان کی

۱۹۴ بلاشبہ محمد حسین ہیکل مرحوم نے قیامِ شعب ابی طالب کے لیے محاصرے کا لفظ استعمال کیا ہے، انھی پر کیا موقوف، بیشتر سیرت نگاروں نے اس سہ سالہ ابتلا کے دور کو محاصرہ ہی لکھا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بس ایک دوسرے سے الفاظ نقل ہوتے آئے ہیں، نہ ہی روایات سے اور نہ ہی غور و فکر کے تجزیے سے یہ کوئی محاصرہ یا نظربندی تھی [دیکھیے حاشیہ ۱۹۲، صفحہ ۲۸۲]۔

نظر بندی مقصود ہو۔ اس حلف میں بھی بنو ہاشم کی محصوری کی کوئی بات نہ تھی۔ اس فیصلے کو بعض اہم قریشی سرداروں کی اشیر باد حاصل نہ تھی۔ وہ برابر اس کو ظلم و زیادتی قرار دے کر حلف اٹھانے والوں سے جھگڑتے رہے۔ بالآخر انھی کی کوششوں سے یہ محاذ آرائی ختم ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قریش کا متفقہ فیصلہ نہ تھا اسی لیے اس کی خلاف ورزی کے واقعات بھی روایتوں میں ملتے ہیں۔ اور چوں کہ محاصرہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس لیے دوسرے قبیلوں میں موجود بنو ہاشم کے ننھیالی اور سسرالی رشتے دار ضرورت کی اشیا اپنے عزیزوں کو پہنچا سکتے تھے اور پہنچاتے تھے۔

مقاطعہ کے دوران اصل پریشانی کیا تھی؟

اس ابتلا میں پریشانی قید و بند اور بھوک اور پیہم فاقوں کی نہ تھی بلکہ وہ پریشانی تھی جو بعض ایسے عزیزوں اور دوستوں کی طرف سے معاشرتی مقاطعہ کے سبب سے ہوتی ہے جن کے ساتھ پہلے محبت کے تعلقات رہے ہوں۔ چوں کہ یہ حلف صرف بنو ہاشم اور بنو مطّلب کے خلاف تھا لہٰذا باقی بطون کے مسلمان مثلاً ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر تمام غیر بنو ہاشمی مسلمان اس سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے۔ لہٰذا اس مقاطعہ نے دعوت دین کے معاملہ میں مسلمانوں کے لیے کوئی رخنہ نہیں ڈالا۔ علیٰ ہذا القیاس نبی ﷺ یا دوسرے لوگوں کے مسجد حرام میں آنے جانے یا شہر میں گھومنے پھرنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا کام حسب سابق جاری رہا۔ اسی طرح حج و عمرہ کے حوالہ سے بنو ہاشم اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتے تھے۔ حلف میں شامل لوگوں کے سوا بنو ہاشم باقی لوگوں اور اہل مکہ سے مال لے سکتے تھے اور تجارتی لین دین کر سکتے تھے۔ ان پر اس حلف کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔" [از افادات حیات رسولِ اُمّی، خالد مسعودؒ، صفحہ ۱۹۵ تا ۲۰۴]

شِعب ہاشم [المعروف بہ شِعبِ ابی طالب] کا محلِ وقوع

اس باب کے آخر میں ہم کچھ اس مقام کی تاریخ اور محلِ وقوع کے بارے میں قارئین کو مفید اور دل چسپ معلومات مہیا کرنا چاہتے ہیں جسے مؤرخین نے شِعب ابی طالب کا نام دیا ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ بہت ساری روایتوں اور مقبول عام تصوّرات کی تنقیح ہو سکے۔ کیوں کہ یہ مقام بالکل مولد النبی ﷺ [جائے پیدائش] کے عقب میں ہے اور اُسے حج پر جانے والے دنیا بھر کے اکثر مسلمانوں نے دیکھا ہے، لہٰذا نبی ﷺ کی جائے پیدائش کے حوالے سے شِعب ابی طالب کی تفصیل بیان کرنے سے اِس کا محلِ وقوع بہ

آسانی سمجھ میں آجاتا ہے، ویسے بھی ان دونوں مقامات کے بارے میں واقفیت سیرت النبی ﷺ کے طالبِ علموں کے لیے ضروری ہے تاکہ تمام واقعات کا زمان و مکاں کے تناظر میں صحیح استحضار ہو سکے۔

ہم اس باب کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں، کیوں کہ ابھی تو سن سات نبوی کا آغاز ہے اور یہ مقاطعہ آنے والے تین برسوں میں چلتا رہے گا، ہم آیندہ ابواب میں اس دوران ہونے والے واقعات اور نازل ہونے والے قرآنی اجزا پر گفتگو جاری رکھتے ہیں، تین سال بعد جب دس نبوی کے ماہِ اوّل میں جب مقاطعہ کے اختتام پر گفتگو ہو گی تو اس امر کا جائزہ مناسب ہو گا کہ قریش اِس سے کیا حاصل کر پائے۔ جہاں تک نبی ﷺ کے مشن کی پیش رفت پر اس کے مرتب کردہ اثرات پر گفتگو کا تعلق ہے وہ اس دوران نازل ہونے والے قرآنی اجزا پر گفتگو کے ساتھ زیادہ مناسب ہو گا۔

شِعب ابی طالب اور مولد النبی ﷺ

شِعب ابی طالب جیسے نام کا کوئی مقام مکہ میں کبھی نہیں تھا، اور نہ ہے، ہاں البتہ مؤرخین نے مقاطعہ کے دوران ابو طالب کے تین سالہ قیام کی بنا پر شِعب بنو ہاشم کو کتابوں اور مضامین میں شِعب ابی طالب کے نام سے منسوب کر دیا۔ قصی بن کلاب مکہ کے حاکم بنے تو قریش کے ہر خاندان کو شہرِ مکہ کے ایک محلے میں بسایا۔ اپنے لیے انھوں نے کعبہ کے سامنے واقع حصے کو پسند کیا، جس میں عبد مناف اور عبد الدار کی اولاد بھی مقیم رہیں۔ یہ شِعب کعبہ کے ساتھ کم ترین فاصلے پر تھا۔ اس میں سے کچھ حصہ ہاشم کو ملا۔ اس محلے میں نبی ﷺ پیدا ہوئے۔ یہاں جو گھر آپؐ کو ملا اُسی میں آپؐ نے اپنی زوجہ اُمُّ المؤمنین سیّدہ خدیجہؓ کے ساتھ وقت گزارا۔ یہ شِعب خاندان بنو ہاشم کے ہاتھ میں تھا اور مختلف ادوار اور کتب میں اس کو لوگوں نے مختلف نام دیے ہیں جیسے: شِعب بنی ہاشم، شِعب ابی طالب، شِعب علی، شِعب عامر اور شِعب ابی یوسف وغیرہ۔ یہ شِعب مسجد الحرام کے قریب صفا اور مروہ کی پشت پر اور کوہ ابو قبیس اور کوہ خندمہ کے دہانے پر واقع ہوا ہے۔ شِعب کا مقام وسیع احاطے پر مشتمل ہے جس پر آج پتھر کا فرش بچھایا گیا ہے[۱۹۵]۔ ذیل کی تصویر میں آپ شِعب کی

۱۹۵ تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مکہ کی آبادی ابتداً حرمِ کعبہ سے دور ہی بسائی گئی تھی اور لوگ حرم سے متصل مکان یا عمارات بنانے سے (تقدس اور خوف کی بنا پر) گریز کرتے تھے، البتہ قصی بن کلاب کے زمانے (۴۴۰ء) کے قریب مکانات و عمارات بنانے کا رواج ہوا۔...... صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ

پہاڑیوں کی موجودہ دور کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔

اُس پہاڑی کا موجودہ منظر جس کی گھاٹی میں بنو ہاشم نے دوران مقاطعہ رہایش اختیار کی۔ یہ جگہ اپنے تاریخی نام شِعب ابی طالب کے ذریعے نہیں جانی جاتی ہے بلکہ موجودہ شِعب علی اور شِعب عامر کے درمیان واقع تھی۔ یہ گھاٹی تصویر میں نظر آنے والی پہاڑی کے دامن میں تھی۔

گزشتہ صفحہ پر ہم نے سن ۲۰۱۶ء میں سیٹلائٹ سے لیے گئے مکہ کے مرکزی مقام کا گوگل نقشہ دکھایا ہے۔ جس میں شعبِ علی [المعروف شعبِ ابی طالب] کی حدود دیکھی جاسکتی ہیں، اور اطراف کے مختلف مقامات بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اگلے صفحے پر دی گئی تصویر [سن ۲۰۱۷ء] میں کعبۃ اللہ اور شِعب علی اور شِعب عامر اور مولدالنبی ﷺ نظر آ رہے ہیں۔

مولدالنبی ﷺ کی مختصر تاریخ

یہ آپؐ کا آبائی مکان تھا۔ جب نبی ﷺ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تو یہ مکان اپنے چچازاد بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ زمانے بعد، یہ مکان محمد بن یوسف ثقفی نے خرید لیا، خلیفہ ہارون رشید کے دور میں ان کی والدہ نے اس کو خرید کر یہاں مسجد بنوادی۔ [اخبار مکہ ازرتہ مولدالنبی ﷺ وشفا، جلد ۱، ص ۲۶۹]

یہ مسجد مختلف ادوار سے گزرتی رہی، خلیفہ الناصر عباسی، ملک مظفر، حفیدہ المجاہد، ملک اشرف، سلطان سلیمان خان نے اپنے اپنے زمانوں میں اس مسجد کی خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۰۰۹ھ میں مراد خان نے اسے از سر نو تیار کیا دولت عثمانیہ میں یہاں درس گاہ بنادی گئی۔ [تاریخ مکہ، جلد ۱، ص ۳۵۴]

جبل ابو قبیس کے دامن میں (ایک کنارے پر) شعب ابی طالب ایک ایسے مقام کا نام تھا جو مولدِ رسولؐ کی نسبت بیت اللہ سے زیادہ قریب اور شمال مشرق کی سمت حد سے حد ایک فرلانگ کی مسافت پر واقع تھا ۔[ڈاکٹر نثار احمد، نقوش، رسول نمبر جلد نہم، صفحہ ۲۶۳، ۱۹۸۴ء]

۲۰۱۷ء میں تیار کیے گئے مکۃ المکرمہ کے نقشے میں شعب بنو ہاشم یا شعب علی [شعبِ ابی طالب] اور شعب عامر

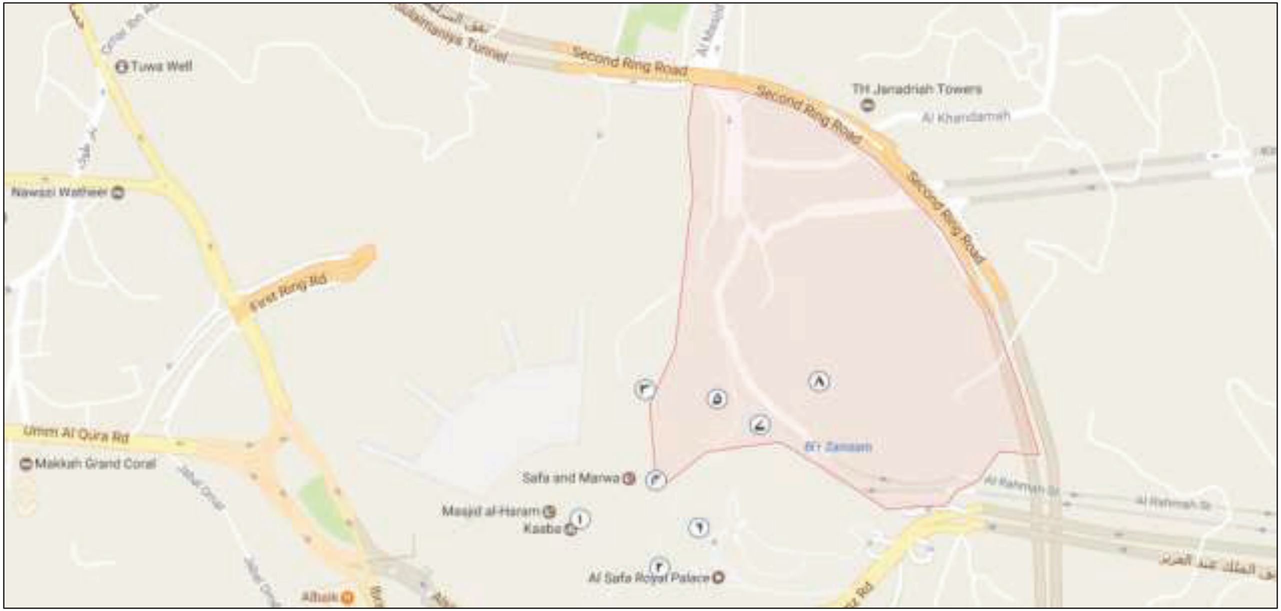

۱ .... بیت اللہ، کعبۃ اللہ، حرم

۲ ....صفا

۳ .... مروہ

۴ .... مسعیٰ؛ سعی کی جگہ

۵ .... وضو اور طہارت خانے، مشہور ہے کہ دورِ نبوت میں یہاں کسی جگہ ابو جہل کا گھر تھا، واللہ اعلم

۶ .... ابو قبیس نامی قدیم پہاڑ جن پر شاہی محل اور سوق اللیل ہے، باقی ہموار کر کے حرم کا عقبی فرش بنا دیا گیا

۷ .... مولد النبی ﷺ، یعنی آپ کی جائے پیدائش، جہاں اب مکتبہ مکۃ المکرمہ ہے

۸ .... لکیروں کے درمیان آیا ہوا مثلث رقبہ شعب علی اور شعب عامر کا ہے اسی میں حجون، قبرستان بھی ہے

عباس بن یوسف قطان نے ۱۳۷۰ھ میں بہترین مکان تعمیر کرنے کا منصوبہ شروع کیا۔ جسے ان کے بیٹے شیخ امین نے مکمل کیا۔ جس میں عوام کے استفادہ کے لیے قیمتی کتب کا ذخیرہ رکھا گیا۔ آج اس مکان پر ''المکتبہ'' کا جلی بورڈ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ جگہ سوق اللیل میں واقع ہے حرم پاک کی صفا کی سمت سے غزہ بازار کو جائیں تو دائیں جانب آتی ہے۔ اس جگہ کا نام اہل مکہ کی زبان پر ''ردم نبی'' رہا۔ عسفان میں بھی اس کا نام ''ردم'' عبداللہ جراد کی روایت سے ملتا ہے۔ ''ولد رسول اللہ ﷺ بالرَدُم'' [شفاء، ص ۳۶۹]

سے مکہ معظمہ کی پہاڑی ابو قبیس کے دامن میں محلہ "قشاشیہ" میں سوق الیل نامی گلی میں یہ مکان واقع ہے، موقف السیارات (بسوں کا اڈہ) کے بالکل متصل دائیں جانب ہے۔ یہاں تک پہنچنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ صفا کے کسی بھی دروازے سے حرم سے باہر آئیں، آپ اپنے آپ کو ایک وسیع احاطے میں پائیں گے یہاں سے سیدھے ہاتھ پر پہاڑی کے نیچے مکانات کے ساتھ ساتھ چلیں۔ تقریباً چھ ۶ فرلانگ {کم و بیش ایک کلو میٹر} کے فاصلے پر دائیں جانب ہی یہ مکان نظر آجائے گا۔ جس پر "مکتبہ مکۃ المکرمہ" کا بورڈ لگا ہے۔ یہی مولد النبی ﷺ یعنی آپؐ کی پیدائش کی جگہ ہے اس مکتبہ مکۃ المکرمہ کے جنوب مغرب میں بنو ہاشم کی بڑی تعداد مقیم تھی، یہی شِعب بنی ہاشم ہے۔ محرم سن ۷ تا محرم ۱۰ انبوی قریش سے کشیدہ تعلقات کے دوران بنو ہاشم کے سردار ابو طالب نے دیگر محلوں میں بسنے والے اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کو یہاں جمع کر لیا تھا، جس کی بنا پر مؤرخین نے [مکہ کے مقامی لوگوں نے نہیں] اسے شِعب ابی طالب کا نام دیا، تاہم اس نام کی کسی جگہ سے مکہ کے مقامی باشندے کتابیں پڑھ کر آنے والے حاجیوں کے ذریعے واقف ہوئے۔ ایسا ابو طالب کی استقامت کی بنا پر پیدا مؤرخین کی اُن سے والہانہ وابستگی کی بنا پر ہوا۔ آج کل یہ جگہ شِعب علی اور شِعب عامر کے نام سے جانی جاتی ہے اور گوگل کے نقشوں میں انٹرنیٹ پر دیکھی جاسکتی ہے مکہ کا یہ قدیم محلہ ماضی قریب تک نبی ﷺ کی جائے ولادت کے جنوب مغرب میں موجود رہا ہے۔ حرم شریف کی توسیع کے پروگرام میں اس قدیم محلے اور اس پہاڑی کے اُس حصے کا جس پر یہ آباد تھا، نام و نشان مٹ گیا ہے آج محلہ شِعب ابی طالب کا کچھ حصہ بنام سوق اللیل باقی رہا ہے جو پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ مقاطعہ کے دوران، جس گھاٹی میں بنو ہاشم نے قیام کیا وہ مکہ سے میلوں دور کوئی گھاٹی نہ تھی۔ مکہ کے تقریباً سارے ہی محلے پہاڑی گھاٹیوں [شعب] ہی میں تھے یہ محلہ بھی مکہ کے دوسرے علاقوں کی طرح بنجر تھا، یہاں بیریوں کے درختوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆